32

جماعت کے مخلصین ہوشیار ہو جائیں

(فرمودہ 28 ستمبر 1945ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مجھے دو تین دن سے کانوں اور دانتوں کے درد کی شکایت ہے جو شاید گزشتہ دو دنوں میں بارش رہنے کی وجہ سے یا نمی کی وجہ سے اور پھر اس کے بعد سفر کی وجہ سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اور رات کا اکثر حصہ مَیں سو نہیں سکا۔ اب بھی گلے کی وجہ سے میں بولنے سے معذور ہوں لیکن بہت سی باتیں میرے دل میں ہیں جو مَیں آہستہ آہستہ جماعت سے کہنا چاہتا ہوں۔ میرا ارادہ تو یہ تھا کہ میں قادیان پہنچنے کے بعد پہلے جمعہ سے ہی ترتیب وار ان باتوں کو بیان کرنا شروع کر دوں لیکن کان کے درد کی وجہ سے جو اِس وقت آہستہ بولنے کے باوجود تکلیف دے رہا ہے میں صرف اِس امر کی طرف جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ آئندہ آنے والے حالات کے مطابق قربانیوں کے لئے اپنے آپ کو تیار کرے۔ میں نے متعدد بار توجہ دلائی ہے کہ اگر نبی کے زمانہ میں لوگ خصوصیت سے عزتیں اور رتبے حاصل کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کو دوسرے لوگوں سے زیادہ قربانیاں کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ لحاظ دار نہیں۔

ابو بکرؓ کو اللہ تعالیٰ نے محض اِس لئے ابو بکرؓ نہیں بنایا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے اِس لئے عمرؓ کا درجہ عطا نہیں کیا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ عثمانؓ اور علیؓ کو محض اس لئے خدا تعالیٰ نے عثمانؓ اور علیؓ کا جو مرتبہ ہے وہ

عطا نہیں کیا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دامادی کے مقام پر پہنچ گئے تھے۔ یا طلحہؓ اور زبیرؓ کو محض اس لئے کہ وہ آپؐ کے خاندان یا آپؐ کی قوم میں سے تھے اور آپؐ کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے عزتیں اور رتبے عطا نہیں کئے۔ بلکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی قربانیوں کو ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا تھا کہ جس سے زیادہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آتا۔ بھلا ان باتوں کا خیال بھی تو کرو اور اندازہ لگاؤ ان قربانیوں کا جو ان لوگوں نے کیں ہمارے ہاں اگر کسی کو پانچ بجنے کے بعد کسی دن دفتر میں ایک آدھ گھنٹہ کام کرنا پڑے تو گھبرا جاتا ہے۔ رات کو اگر پہرے پر مقرر کر دیا جائے تو یہ بات اُس کے لئے وبالِ جان بن جاتی ہے۔ ایک کلرک کو دفتر سے ڈیوٹی پر ڈلہوزی بھیجا گیا تو وہاں سے بھاگ آیا۔ حالانکہ گورنمنٹ کے دفاتر کے سینکڑوں کلرک ڈلہوزی آتے ہیں۔ جن کا ایمان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا، جن کا اسلام کی خدمت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا، وہ اُتنی ہی تنخواہیں لیتے ہوئے جاتے اور رہتے ہیں۔ پھر ان کے لئے رہائش کا انتظام بھی نہیں ہوتا۔ اِدھر اُدھر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ مگر ہماری اسلام کے لئے جانیں قربان کرنے والی جماعت کے اسلامی خدمت کرنے والے محکمہ کے ایک اسلام کے لئے جان قربان کرنے کا دعویٰ کرنے والے فرد کا یہ طَور وطریق ہے کہ وہ وہاں سے اِس لئے بھاگ آیا ہے کہ پہاڑ کا موسم اُس سے برداشت نہیں ہو سکتا۔ مگر ذرا ان لوگوں کی حالت تو دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک صحابی حضرت طلحہؓ جس وقت ایک باہمی اختلاف کے موقع پر حضرت علیؓ کے مقابل پر کھڑے ہوئے اور پھر جب ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ اس میں میری غلطی تھی تو وہ میدانِ جنگ سے چلے گئے۔ آپ واپس گھر جارہے تھے تو کسی وحشی انسان نے جو حضرت علیؓ کی فوج میں سے کہلاتا تھا راستے میں جاتے ہوئے ان کو قتل کر دیا اور پھر حضرت علیؓ کے پاس انعام کی خواہش میں آکر کہا میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ آپ کا دشمن طلحہؓ میرے ہاتھوں مارا گیا۔ حضرت علیؓ نے کہا میں تم کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے جہنم کی بشارت دیتا ہوں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا تھا کہ طلحہؓ کو ایک جہنمی قتل کرے گا۔ [1] حضرت طلحہؓ کا ایک ہاتھ مارا ہوا تھا اور جس کا ہاتھ مارا ہوا ہو ہمارے ملک میں

اُس کو ٹنڈا کہتے ہیں۔ اِسی شخص نے یا کسی اَور نے اس موقع پر کہا کہ وہ ٹنڈا مارا گیا۔ ایک صحابی نے جو اِس بات کو سن رہے تھے کہا کم بخت! تجھے معلوم ہے کہ وہ ٹنڈا کیسے ٹنڈا ہوا تھا؟ جنگِ اُحد کے موقع پر جب ایک غلط فہمی کی وجہ سے صحابہؓ کا لشکر میدانِ جنگ سے بھاگ گیا اور کفار کو یہ معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صرف چند افراد کے ساتھ میدانِ جنگ میں رہ گئے ہیں تو قریباً تین ہزار کافروں کا لشکر آپ پر چاروں طرف سے اُمڈ آیا اور سینکڑوں تیر اندازوں نے کمانیں اٹھالیں اور اپنے تیروں کا نشانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منہ کو بنالیا تاکہ تیروں کی بوچھاڑ سے اس کو چھید ڈالیں۔ اُس وقت وہ شخص جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ مبارک کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو کھڑا کیا وہ طلحہؓ تھا۔ طلحہؓ نے اپنا ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منہ کے آگے کھڑا کر دیا اور ہر تیر جو گرتا تھا بجائے آپ کے چہرہ پر پڑنے کے طلحہؓ کے ہاتھ پر پڑتا تھا۔ اِس طرح تیر پڑتے گئے یہاں تک کہ زخم معمولی زخم نہ رہے اور زخموں کی کثرت کی وجہ سے طلحہؓ کے ہاتھ کے پٹھے مارے گئے اور ان کا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔[2] تو جس کو تم حقارت کے ساتھ ٹنڈا کہتے ہو اِس کا ٹنڈا ہونا ایسی نعمت ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اس برکت کے لئے ترس رہا ہے۔ طلحہؓ سے کسی نے پوچھا ایک تیر پڑنے سے انسان کی جان نکلنے لگتی ہے لیکن آپ کے ہاتھ پر پے در پے اور متواتر تیر پڑ رہے تھے کیا آپ کو درد نہیں ہوتی تھی اور آپ کے منہ سے سی سی نہیں نکلتی تھی؟ طلحہؓ نے کہا درد بھی ہوتی تھی اور دل سی سی کرنے کو بھی چاہتا تھا مگر میں اس لئے ایسا نہیں کرتا تھا کہ جب انسان ہائے کرتا ہے یا سی سی کرتا ہے تو درد کی وجہ سے ہاتھ ہل جاتا ہے اور میں ڈرتا تھا کہ میرا ہاتھ ہِلا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تیر لگ جائے گا۔

یہی وہ قربانیاں تھیں جنہوں نے صحابہ کو صحابہؓ بنایا۔ یہی وہ قربانیاں تھیں جنہوں نے ان کو وہ درجہ عطا کیا کہ دنیا کے پردہ پر کم ہی مائیں ایسی ہوں گی جو شاذونادر کے طور پر ایسے بچے جنیں۔ دنیا کے لئے دوسرا بہترین موقع رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے سے اُتر کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا زمانہ ہے۔ جو برکتیں دنیا میں کسی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے سوا حاصل نہیں ہو سکتی تھیں آج حاصل ہو

سکتی ہیں۔ مگر اِس کو جو اپنی زندگی خدا تعالیٰ کی راہ میں فنا کرنے کے لئے تیار ہو جائے، جو اپنے آپ کو اسلام کے لئے مٹا دینے پر آمادہ ہو جائے، جو طلحہؓ کی طرح اپنے جسم پر تیر کھانے کے لئے تیار ہو اور سی سی نہ کرے تا کہ کوئی تیر اسلام کے جسم پر نہ جا پڑے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو ان نعمتوں کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے ساتھ مقدر ہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر جو تلواروں کے سایہ کے نیچے چلنے کے لئے تیار نہیں، جو پُلِ صراط پر سے جو تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے گزرنے کے لئے تیار نہیں، جو کانٹوں کے فرش پر ننگے پاؤں چلنے کے لئے تیار نہیں وہ ان نعمتوں کی امید نہیں رکھ سکتا۔ عورتیں جو اپنے ہاتھوں سے اپنے بچوں کو ذبح کرنے پر آمادہ ہوں وہ اِس جنت کے دروازے میں داخل ہو سکتی ہیں۔ وہ مرد جو اپنے ہاتھوں سے اپنے خویش و اقارب کو قربان کرنے کے لئے تیار ہیں وہ اس انعام کو حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ نہیں جو شرطیں لگائے، جو قدم اٹھانے سے پہلے اپنے انجام کے متعلق پوچھنا چاہے۔ میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے اس وقت حوالہ یاد نہیں کہ ایک شخص کا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حساب لے گا اور حساب لینے کے بعد کہے گا اے میرے بندے! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تجھے جہنم میں ڈالا جائے۔ جا اور اس میں کُود جا۔ اس بندے میں اور تو کمزوریاں ہوں گی لیکن خدا تعالیٰ کی محبت میں وہ دوسروں سے پیچھے نہیں ہو گا۔ جب اللہ تعالیٰ اسے کہے گا تُو دوزخ میں کُود جا تو وہ کہے گا اے میرے رب! اگر تیری یہی مرضی ہے تو میں کُودتا ہوں۔ جب وہ دوزخ میں کُودے گا تو دوزخ اس کے لئے یوں بن جائے گا جیسے جنت ہوتی ہے اور اسے آگ کے شعلے نہ ضرر پہنچائیں گے نہ ہی تکلیف دیں گے۔ بلکہ وہ اس میں ایسی لذت حاصل کرے گا جو جنّتی جنّت میں حاصل کرتا ہے۔ ہر مومن جب خدا تعالیٰ کے لئے بے شرط قربانی کے لئے تیار ہوتا ہے اور اپنی جان، آبرو و عزت خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو کوئی دوزخ اُس کے راستہ میں نہیں آسکتی۔ وہ تو ایک تریاق ہے جس کو ملتا ہے اسے اچھا کر دیتا ہے، جس آگ پر گرتا ہے اس کو بجھا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق جو یہ فرمایا ہے کہ یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا 3 تو اس کا یہ مطلب تھا کہ ابراہیمؑ کی ذات وہ ہے جسے خدا تعالیٰ کے راستہ میں کوئی تکلیف محسوس

نہیں ہوتی۔ دنیا اس کو آگ میں پھینک کر کیا کرے گی، اُس کے بیوی بچوں کو اس سے چھین کر کیا کرے گی، اس کے عزیز و اقارب کو اس سے چُھڑا کر کیا کرے گی، اس کو مار کر یا قتل کر کے کیا کرے گی، کیونکہ وہ تو ہر تکلیف میں لذت محسوس کرے گا۔ وہ دکھ اسے دکھ دکھائی نہیں دیں گے بلکہ خدا تعالیٰ کے لئے وہ ان کو آرام اور راحت سمجھے گا۔ جب وہ ہر دکھ کو اپنے لئے سکھ سمجھے گا تو یہ آگ اس کے لئے جنت ہوتی چلی جائے گی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مومن کی علامت یہ ہوتی ہے کہ ہر دوزخ اس کے لئے جنت بن جاتی ہے۔ جب کبھی خدا تعالیٰ کے راستہ میں اسے کوئی صدمہ آتا ہے تو وہ اسے بجائے رنج پہنچانے کے اس کے لئے آرام کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے اس سے بہتر کیا چیز ہو گی۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیالکوٹ سے واپس آرہے تھے تو لوگوں نے آپ پر پتھر پھینکے۔ جب آپ گاڑی میں سوار ہو گئے لوگوں نے وہاں بھی پتھر پھینکے لیکن گاڑی میں تو وہ زیادہ نقصان نہ پہنچا سکے اور نہ ہی ایسا کر سکتے تھے لیکن جب لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر واپس آرہے تھے تو اُنہیں لوگوں نے طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کیں اور دِق کیا۔ مولوی برہان الدین صاحب انہی میں سے ایک تھے۔ جب وہ واپس جارہے تھے تو کچھ غنڈے اُن کے پیچھے ہو گئے اور اُن پر گند وغیرہ پھینکا۔ آخر بازار میں اُن کو گرا لیا اور ان کے منہ میں گوبر ڈالا۔ دیکھنے والوں نے بعد میں بتایا کہ جب مولوی برہان الدین صاحب کو جبراً پکڑ کر اُن کے منہ میں زبردستی گوبر اور گند ڈالنے لگے تو انہوں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایہہ نعمتاں کتھوں۔ مسیح موعودؑ نے روز روز آناوے؟ یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یہ نعمتیں انسان کو خوش قسمتی سے ہی ملتی ہیں۔ کیا مسیح موعودؑ جیسا انسان روز روز آسکتا ہے کہ انسان کو ہمیشہ ایسا موقع ملے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دوزخ پیدا کی ہی نہیں جا سکتی کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کو ایسا بنا دیا ہے کہ ان کی برکات کی وجہ سے ہر دوزخ ان کے لئے برکت بن جاتی ہے اور راحت کا موجب ہوتی ہے۔ تو یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا کے ایک یہ بھی معنی ہیں کہ ابراہیم ایسے مقام پر کھڑا ہوا تھا کہ ہم نے فیصلہ کر دیا تھا کہ ہماری راہ میں اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ اس کا ایمان اتنا مضبوط ہے کہ جو بھی تکلیف کوئی مخالف پہنچائے گا اسے خوشی سے قبول کرے گا اور خوش ہو گا کہ اسے

خدا تعالیٰ کے لئے قربانی کرنے کا ایک اَور موقع میسر آ گیا۔ ایسے لوگوں کے لئے دوزخ ناممکن ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جس کو تکلیف میں راحت محسوس ہونے لگ جائے اُس کو دشمن کیا تکلیف پہنچائیں گے۔ اگر خدا تعالیٰ جنت میں ڈالے گا تو وہ اس کے لئے جنت ہوگی اور اگر دشمن اسے دوزخ میں ڈالیں گے تو وہ بھی اس کے لئے جنت ہوگی۔ اگر وہ اسے کوئی دکھ دیں گے تو وہ اس کے لئے راحت کا موجب ہو گا۔ ایسے لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے جب آئے گی جنت ہی آئے گی اور لوگوں کی طرف سے جو دکھ ہوں گے وہ جنت ہی پیدا کریں گے۔ یہی لوگ ہیں جن کے ماتھوں پر فتح سوار ہوتی ہے اور یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوتے ہیں۔

پس جماعت کے لئے ہر نئے تغیر پر ایک نئی قربانی کا سوال پیش آتا ہے اور ہمارے لئے بھی یہی سوال در پیش ہے۔ جیسا کہ میں پچھلے خطبات میں بیان کر چکا ہوں۔ ایک نیا تغیر پیدا ہونے والا ہے۔ اور اس کے ماتحت ہمیں پہلے سے زیادہ قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ اور شاید قربانیوں کی نوعیت بھی بدل جائے گی۔ پس میں جماعت کے مخلصین کو ہوشیار کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ مضبوطی کے ساتھ تکالیف اور مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ میں انہیں وقت پر ہوشیار کر دینا چاہتا ہوں تا کہ مخلصین اپنی کمرِ ہمت کَس لیں۔ اور میں کمزوروں کو بھی کہتا ہوں کہ وہ اپنے دلوں کو مضبوط کرنے کی کوشش کریں۔ تا ایسا نہ ہو کہ وقت پڑنے پر وہ کچے دھاگے ثابت ہوں اور اُن کی پچھلی قربانیاں بھی ضائع چلی جائیں۔"

(الفضل 10 / اکتوبر 1945ء)

1: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 225 مطبوعہ بیروت 1985 مفہوماً

2: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 217 مطبوعہ بیروت 1985ء

3: الانبیاء : 70